اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان

عقیدۂ توحید کے تحفظ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات



مرتب

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

فیضانِ نظر

شیخ القرآن والحدیث پاسبان مسلک رضا

حضرت پیر الحاج ابو محمد محمد عبد الرشید رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ سمندری شریف

باہتمام

مولانا عطا جیلانی

رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری




بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



عقیدہ توحید کے تحفظ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات



مرتب

محمد شرافت علی قادری رضوی

زیر سرپرستی

تصویر نائب محدث اعظم پاکستان

صاحبزادہ پیر ابوالحسن محمد غوث رضوی صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سمندری شریف (پاکستان)

اہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم: جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)



نام کتاب	عقیدۂ توحید کے تحفظ میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات
تحقیق	علامہ عبدالحکیم شرف قادری، حافظ محمد سعد اللہ (اڈیٹر مجلہ منہاج لاہور)
مرتب	...... محمد شرافت علی قادری رضوی
پسند فرمودہ	...... صاحبزادہ مفتی محمد فیاض احمد اویسی، صاحبزادہ مفتی محمد ریاض احمد اویسی
خصوصی تعاون	محمد راشد ڈوگر، محمد امتیاز ڈوگر، محمد ساجد ڈوگر
باہتمام	محمد شرافت علی قادری رضوی 0344-8672550 چیئرمین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری
صفحات	...... ۴۰
تعداد	...... ۱۱۰۰
کمپوزنگ	ایس۔اے کمپیوٹرز اینڈ پرنٹرز نزد نیشنل بینک سمندری
ناشر	رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری (پاکستان)

ملنے کے پتے

- ......☐ جامعہ حنفیہ ۷ ۲۴۳ گ۔ب سمندری (پاکستان)
  فون نمبر: 0344-8672550
- ......☐ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان منشن ریگل صدر رضا چوک کراچی (پاکستان) 021-32725150

نوٹ: اس کتاب کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط سے کی گئی ہے اگر پھر بھی کوئی لفظی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کا شکریہ کا موقعہ دیں۔ تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی تصحیح کی جا سکے۔

(ادارہ)

ہمہ جہت علمی کمال کی حامل شخصیت:

اہل علم جانتے ہیں کہ ہماری اسلامی تاریخ اور رجال کی کتابیں ایسے جبال علم اور کاملین فن سے بھری پڑی ہیں جو اپنی محنت، لگن، صبر و استقامت اور خداداد فہم و بصیرت اور ذہانت و فطانت سے کسی ایک آدھ یا دو چار علوم و فنون میں کمال حاصل کر کے درجۂ اجتہاد تک پہنچے اور یوں علمی دنیا میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا کر امت مسلمہ کا نام روشن کیا۔ مگر اسلامی ہی نہیں انسانی تاریخ اور علم و فن کی دنیا میں ایسے لوگ خال خال ہی نظر آتے ہیں جو تمام مروجہ دینی و دنیوی اور نقلی و عقلی علوم و فنون میں محض شُد بُد یا سرسری نظر ہی نہیں بلکہ مہارتِ تامہ، گہری نظر اور اجتہادی بصیرت رکھتے ہوں۔

ایسے ہی عالی مرتبت، باہمت، غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ارشاد نبوی: ''ان العلماء ھم ورثۃ الانبیاء'' ۔[1]

''بے شک علماء ہی انبیاء کرام کے حقیقی وارث ہیں۔''

کی شان کے حامل لوگوں میں ایک نام ہمیں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان (۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) کا نظر آتا ہے۔ ان کی سوانح اور تصنیفی و تالیفی خدمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کریم کو چونکہ ان کی ذات سے دین اسلام کی خدمت بلکہ تجدید دین کا کام لینا تھا اس لیے بمصداق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

کل میسر لما خُلق لہ۔[2]

''ہر آدمی کو جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہو، اس کی اسے توفیق دے دی جاتی ہے۔''

انہیں بچپن سے ہی غیر معمولی حافظہ و ذہانت سے نوازا گیا۔ کم از کم راقم کے لیے اعلیٰ حضرت کے براہ راست شاگرد عزیز اور فیض و صحبت یافتہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کی یہ صراحت ایک انکشاف اور حد درجہ حیرت کا باعث ہے کہ آپ نے تعلیم کے دوران صرف آٹھ سال کی عمر میں درس نظامی میں داخل علم نحو کی معروف کتاب ''ہدایت النحو'' اور دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت ادق اور معرکۃ الآراء کتاب ''مسلم الثبوت'' للعلامہ محب اللہ بہاری کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔[3]

جسے مجھ جیسے نام کے فارغ التحصیل علماء سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ مزید برآں فقط تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی ریکارڈ عمر میں تمام مروجہ درسی علوم میں سند فراغت حاصل کر کے باقاعدہ

تدریس کا آغاز کر دیا اور اسی وقت سے افتاء جیسے انتہائی نازک اور اہم منصب کی ذمہ داری سنبھال لی۔[۴]

اتنی کم عمری میں اس قدر علمی استعداد اور اتنی ذہانت و فطانت اُن کے ہم عصر علماء میں تو کجا دور دور تک نظر نہیں آتی۔ یہ چیز ایک تو اس آیت کریمہ کا مصداق ہے کہ:

ذالك فضل الله يوء تيه من يشاء۔[۴]

اس سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشذہ

دوسرے اس پر بشارت نبوی ''من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین''۔[۵] اللہ کریم جس آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقہات یعنی گہری سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔'' صادق آتی ہے۔ پھر لطف یہ کہ صرف تدریس اور فتویٰ نویسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی وہبی اور غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت دینی و دنیوی علوم و فنون کے ساتھ ساتھ سائنس، ریاضی، نجوم، فلکیات، ہیئت، توقیت، ہندسہ، جفر، لغت، تاریخ، سلوک اور اخلاق وغیرہ جیسے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں اتنی مہارت حاصل کی کہ بڑے بڑے ماہرین اور کاملین فن انگشت بدنداں رہ گئے۔ اسے سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ کہ اللہ کریم نے ان کے وقت میں اتنی برکت اور تحریر میں اتنی تیزی عطا فرمائی کہ اکیلے آدمی نے مذکورہ تمام علوم و فنون میں ہزار سے زیادہ انتہائی معیاری تحقیقی اور مستند کتابیں تالیف کر دیں۔ اعلیٰ حضرت ﷫ کے حاصل کردہ ان علوم اور تمام تالیفات کے نام اور تفصیل آج بھی علامہ ظفر الدین بہاری کی ''حیات اعلیٰ حضرت'' ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کی متعلقہ تحریروں اور دیگر تذکروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جو زیر نظر مقالہ کا موضوع نہیں۔

اتنی کثیر تعداد میں اتنے مختلف النوع اور متضاد قسم کے علوم و فنون عام طور پر کسی ایک آدمی میں جمع نہیں ہوتے۔ تاہم اللہ تعالیٰ خرقِ عادت کے طور پر اور اپنی غیر محدود قدرت کے اظہار کے لیے بعض اوقات دنیا بھر کی خوبیاں اور کمالات کسی عبقری اور نابغہ روزگار آدمی میں جمع کر بھی دیتا ہے۔ لگتا ہے کچھ ایسا ہی رحمت کا معاملہ اللہ کریم نے ہمارے ممدوح اعلیٰ حضرت ﷫ کے ساتھ فرمایا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے:

لیس علی الله بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

''اللہ جل شانہ کی قادرِ مطلق ذات کے لیے یہ بات چنداں دشوار نہیں کہ وہ کسی ایک آدمی میں دنیا بھر کے کمالات جمع فرما دے۔''

عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان کی خدمات:

درج بالا ضرورت کے پیش نظر اس پر وقار اور علمی تقریب کے لیے ''عقیدہ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان ﷫ کی خدمات'' کے عنوان کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس ایمان افروز اور قابل تحقیق عنوان کا تعین تو ایک پی ایچ ڈی کے مجوزہ اور تفصیلی خاکہ کے ایک باب کے طور پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا ﷫، کراچی کے ترجمان ماہنامہ ''معارفِ رضا'' (شمارہ ستمبر تا نومبر، ۲۰۰۸ء) میں محترم پروفیسر دلاور خان صاحب نے کیا ہے۔ البتہ راقم نے آئندہ سطور میں اس پر اعلیٰ حضرت ﷫ کی تالیفات اور تعلیمات سے کچھ چیزیں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مقالہ کی ترتیب کے دوران راقم نے دیکھا ہے کہ زیر بحث موضوع پر مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات، ملفوظات، رسائل خصوصاً فتاویٰ رضویہ میں بہت کچھ مواد موجود ہے اور واقعی یہ انوکھا عنوان اس لائق ہے کہ کوئی ریسرچ اسکالرز اس پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر دادِ تحقیق دے۔ راقم تھوڑے وقت میں اس مقالے میں موضوع کے حوالے سے جو کچھ جمع کر سکا ہے وہ حقیقتاً اس موضوع کا عشر عشیر بھی نہیں۔ چنانچہ نعت گوئی کے حوالے سے اعلیٰ حضرت نے جو یہ فرمایا تھا کہ۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

تو یہ دعویٰ زیر بحث موضوع پر بھی صادق آتا ہے۔ جس کا کچھ اندازہ ان شاء اللہ آئندہ سطور سے ہو جائے گا۔

عقیدہ توحید کا مفہوم:

بہرکیف ''عقیدۂ توحید کے تحفظ میں مولانا احمد رضا خان ﷫ کی خدمات'' کا جائزہ لینے اور ان کی تفصیل میں جانے سے قبل ضروری ہے کہ ایک نظر عقیدۂ توحید پر ڈال لی جائے کہ اسلام میں اس عقیدۂ کا کیا مفہوم اور کیا تقاضے ہیں؟ تو اہل علم جانتے ہیں کہ تمام عقائد اسلام میں یہ وہ اساسی اور بنیادی عقیدۂ ہے جس کی تبلیغ اور دعوت کیلئے تمام انبیاء کرام ﷩ تشریف لائے۔ پھر علمی اعتبار سے یہ علم العقائد اور علم الکلام کا وہ معرکتہ الآراء مسئلہ ہے جس میں ہمارے نکتہ دان اور دور بین متکلمین اس مسئلہ کی باریکی اور گہرائی میں اس حد تک چلے گئے ہیں کہ ان مباحث کا

سمجھنا بھی عام آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ اہلِ اسلام کے اندر جبریہ قدریہ مرجیہ معتزلہ جیسے بیسوں فرقے انہی مباحث کی پیداوار ہیں۔ ظاہر ہے یہ مختصر مقالہ ان ادق اور تفصیلی مباحث کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ تاہم جہاں چونکہ عقیدۂ توحید کا مختصر تعارف کرانا بھی ضروری ہے،

اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ کسی دوسرے متکلم کی بجائے کیوں نہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے ہی پوچھا جائے کہ عقیدۂ توحید یعنی ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں اسلامی عقیدۂ کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔ اس وضاحت سے یہ معاندانہ تاثر بھی زائل ہوجائے گا کہ انہوں نے شرک و بدعات کو رواج دیا۔ عقیدۂ توحید کی اس وضاحت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے بڑھ کر کوئی موحد ہی نہیں تھا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد ۲۹ میں شامل ہے اور راقم کے سامنے اس وقت یہی ہے۔ اس کے متن میں بین السطور مشکل الفاظ کے معانی اور تشریحی و توضیحی مطالب کا اضافہ جناب مولانا محمد خلیل خان قادری برکاتی المارہروی نے کیا ہے اور عام فہم انداز میں بہت عمدہ مطالب لکھے ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ہم اختصار کے مدنظر ان کو چھوڑ کر صرف متن پر اکتفا کر رہے ہیں۔ بہرکیف اعلیٰ حضرت اپنے مذکورہ رسالے میں ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ شانہ واحد ہے نہ عدد سے، خالق ہے نہ علت سے، فعال ہے نہ جوارح سے۔ قریب ہے نہ مسافت سے۔ ملک ہے مگر بے وزیر۔ والی ہے بے مشیر، حیات وکلام وسمع وبصر وارادہ وقدرت وعلم وغیرہا تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف۔ تمام شیون وشین وعیب سے اولاً وآخراً بری۔ ذات پاک اس کی ندوضد، شبیہ ومثل، کیف وکم، شکل وجسم وجہت ومکان وامد وزمان سے منزہ۔ نہ والد ہے نہ مولود۔ نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبت ذوات سے مبرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی، مشابہتِ صفات سے معترا، مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول ومدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ، نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیء نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیا نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احدا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریك فی الملك۔ اوروں کے علم وقدرت کو اس کے علم وقدرت سے فقط ع ل م ق د ر ت میں مشابہت ہے۔ اسے سے آگے اس کی تعالی وتکبر کا

سر پردہ کسی کو بار نہیں دیتا۔ تمام عزتیں اس کے حضور پست اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست۔ کل شئی ھالك الا وجھه۔ وجود واحد موجود واحد باقی سب اعتبارات ہیں۔ ذرات کو ان کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکیف ہے جس کے لحاظ سے من وتو کو موجود وکائن کہا جاتا ہے۔ اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پر تو ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کررہا ہے۔ اگر اس نسبت و پر تو سے قطع نظر کی جائے تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے۔ ہو کا میدان عدم بحث کی طرح سنسان۔ موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند سے مل کر مرکب ہوا۔ نہ وہ واحد جو چند کی طرح تحلیل پائے، نہ وہ واحد جو یہ تہمت حلول عینیت اوج وحدت سے خفیض اثنیت میں اتر آئے۔ ھو ولا موجود الا ھو۔ آیۂ کریمہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون جس طرح شرک فی الا لوہیت کو رد کرتی ہے یونہی اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے۔

غیر تش غیر درجہاں نہ گزاشت

لا جرم عین جملہ معنی شد[۶]۔

عقیدۂ توحید کے تحفظ کے لیے فاضل بریلوی کی خدمات:

اس مسلمہ امر کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس پسندیدہ دین کی اپنے آخری رسول اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تکمیل فرمادی ہے، اُس کی حفاظت کا ذمہ بھی اُس قادر مطلق نے خود اٹھا رکھا ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہر زمانے میں ایسے اسباب اور ایسے مخلص وجاں نثار لوگ پیدا فرمائے ہیں جن سے اُس نے حفاظتِ دین کا کام لیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے: یحمل ھذا العم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وتاویل الجاھلین وانتحال المبطلین۔[۷]

''ہر آنے والی نسل کے ثقہ وعادل لوگ (مستند علماء) اس علم دین کو سینوں سے لگائے رکھیں گے جو (ورثائے انبیاء ہونے کی بنا پر) حد سے تجاوز کرنے والوں کی من گھڑت تحریف، جاہلوں کی تاویل اور باطل پرستوں کے غلط انتساب کو اس (علم دین) سے دور رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے۔''

ہمارے ممدوح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ قادری برکاتی بھی اپنے زمانے کے ایسے ہی علماء میں سے تھے۔ جنہوں نے حفاظتِ دین کا مذکورہ فریضہ

کمال ہمت اور عالمانہ بصیرت سے سرانجام دیا۔ آپ کے زمانہ میں جس آدمی نے بھی شانِ الوہیت، عظمت رسالت (جس پر عقیدہ توحید ہی نہیں بلکہ تمام عقائد اسلام اور پورے دین کا دارومدار ہے) اور شریعت محمدیہ میں کسی بھی رنگ اور کسی بھی روپ میں افراط وتفریط یعنی کمی بیشی کرنے کی کوشش کی تو آپ نے بڑی باریک بینی اور جرأتِ حق گوئی کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے سامنے اس معاملے میں صحیح اسلامی موقف کو واضح کیا اور جہاں جہاں جن جن باتوں کو شرعی نقطۂ نظر سے آپ نے قابل گرفت سمجھا ڈنکے کی چوٹ پر اور بلاخوف لومۃ لائم ان کی نشاندہی کی۔ اس معاملے میں انہوں نے اپنی غیرت ایمانی اور خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کے باعث کسی بڑے سے بڑے صاحب جبہ وقبہ کو نہیں چھوڑا۔ جس کی وجہ سے انہیں آج تک "شدت" کا الزام دیا جاتا ہے۔ مگر اس شدت کا فائدہ یہ ہوا کہ بعد میں کسی کو اللہ و رسول ﷺ کے بارے غیر محتاط اور ادب کے منافی تحریر لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس شدت کو اگر "سدّ ذریعہ" کے معروف شرعی اصول سے تعبیر کیا جائے تو شائد غلط نہ ہوگا۔ بہرکیف آپ نے گویا زبان حال سے ہر دشمن دین کو یہ وارننگ دے رکھی تھی کہ۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

دل پر ایمان نقش:

زیر بحث موضوع کے حوالے سے آپ نے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں (جن کی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے) ان کے لیے اللہ کریم نے دو چیزیں بطور خاص ان میں پیدا فرمادیں تھیں ایک تو خود انکی اپنی صراحت کے مطابق ایمان ان میں نقش کر دیا گیا تھا۔ دوسرے اطاعت ومحبت رسول ﷺ (جیسا کہ ابھی اوپر گزرا) ان میں کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔

چنانچہ علامہ ظفر الدین بہاری نے ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ حصہ سوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ ولادت کی تاریخوں کا ذکر تھا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

بحمد اللہ تعالیٰ! میری ولادت کی تاریخ اس آیۂ کریمہ میں ہے۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے، اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی ہے۔"

اور اس کا صدر ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ۔

(سورۃ مجادلہ، ۵۸/ ۲۲)

"نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں اگرچہ وہ اُن کے باپ یا اُن کی اولاد یا اُن کے بھائی یا اُن کے کنبے ہی کے کیوں نہ ہوں۔" اسی کے متصل فرمایا:

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ O

بحمد اللہ تعالیٰ! بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ گھٹی میں پلا دی گئی ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ۔ بحمد اللہ! اگر میرے قلب کے دوٹکڑے کیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ، دوسرے پر لکھا ہوگا۔ محمد رسول اللہ۔ ۸

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر اس نقشِ ایمانی کا ایک چھوٹا سا مظاہرہ دیکھتے چلیے۔ علامہ ظفر الدین بہاری ہی آپ کے بچپن کے حالات میں سید ایوب علی صاحب کے چشم دید واقعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہے اور حضور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے روزہ کشائی کی تقریب ہے۔ کاشانۂ اقدس میں جہاں افطار کا اور بہت قسم کا سامان ہے، ایک محفوظ کمرے میں فیرنی کے پیالے جمانے کیلئے چنے ہوئے تھے۔ آفتاب نصف النہار پر ہے ٹھیک تمازت کا وقت ہے کہ حضور کے والد ماجد آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور کواڑوں کی جوڑیاں بند کر کے ایک پیالہ اٹھا کر دیتے ہیں کہ اسے کھالو۔ عرض کرتے ہیں کہ میرا تو روزہ ہے، کیسے کھاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لو کھالو۔ میں نے کواڑ بند کر دیے ہیں، کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی چشمان مبارک سے اشکوں کا تار بندھ گیا اور کمرہ کھول کر باہر لے آئے۔" ۹

کمال اطاعت ومحبت رسول ﷺ

اسی طرح ہمارے ممدوح فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اکرم ﷺ کی ذات والا شان سے جتنی گہری وابستگی، جتنا شدید جذباتی لگاؤ، جس درجہ قلبی تعلق

اور جس طرح ان کے جسم کا انگ انگ اور رواں رواں اطاعت و محبت رسول ﷺ سے سرشار تھا اتنا، والہانہ تعلق رسول ﷺ شاید ہی ان کے کسی ہم عصر میں پایا جاتا ہو۔ پھر اہلِ علم جانتے ہیں کہ محبت کا فطری اور لازمی تقاضا ہے کہ محب کو اپنے محبوب میں کوئی نقص و عیب نظر نہیں آتا۔ محبت کا یہ خاصہ یا تقاضا ہر اس محبوب سے متعلق ہے جس میں نقص و عیب کا پایا جانا ممکن ہو تو جو ذات شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت کے الفاظ میں:

خلقت مبرءً من کل عیب

کانك قد خلقت کما تشاء

اور خود اعلیٰ حضرت کے الفاظ میں:

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

کی شان کی حامل ہو۔ اس میں کسی عیب و نقص کا تصور کوئی محب صادق کیسے کر سکتا ہے اور اس کی شان کے خلاف کوئی بات کیسے سن سکتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنے زمانے میں محبت رسول ہونے کا حق ادا کیا اور جس کسی نے بھی شان رسالت میں ادنیٰ گستاخی کا ارتکاب کیا آپ نے اس کا بھرپور محاسبہ کیا۔ اور اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ المختصر ناموس رسالت کے تحفظ کے معاملے میں آپ کا طرزِ عمل اور کیفیت آپ کے اپنے الفاظ میں یہ تھی کہ:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا
دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

مذکورہ درجے کی محبتِ رسول ﷺ ہوتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ جس رسول ﷺ نے عقیدۂ توحید کے تحفظ کی خاطر مسلسل تیرہ سال تک کفار مکہ کی جگر پاش باتیں سنیں، ذہنی اور جسمانی اذیتیں کیں، جسم نازنین پر اوجھری جیسی گندگی ڈلوائی، رستے میں کانٹے بچھوائے، گھر میں کوڑا کرکٹ ڈلوایا۔ طائف میں جسم مبارک لہولہان کرایا۔ اوباشوں سے پتھر کھائے۔ مکہ مکرمہ جیسا آبائی شہر چھوڑا، میدانِ احد میں دندان مبارک شہید کرائے، اس کی اتباع میں اعلیٰ حضرت جیسا آپ ﷺ کا اطاعت پیشہ، متبع و محب صادق، اپنے زمانے کا بہت بڑا فقیہہ و عالم دین اور قرآن و حدیث پر وسیع نظر رکھنے والا آدمی عقیدۂ توحید کے تحفظ کیلئے کچھ نہ کرتا۔ چنانچہ اسی اطاعت و محبتِ رسول ﷺ کے جذبے سے آپ نے مذکورہ میدان میں گرانقدر اور یادگار علمی و عملی خدمات سرانجام دیں اور ہر زاویے سے عقیدۂ توحید کا تحفظ کیا۔ ان تمام خدمات کا احاطہ تو

(جیسا کہ وضاحت کی گئی) ظاہر ہے اس مقالہ میں ممکن نہیں۔ اس لیے آئندہ سطور میں ہم نے عقیدۂ توحید کے تحفظ کیلئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کے چند نمایاں پہلوؤں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے۔

ترجمہ قرآن میں تقدیس و عظمتِ الٰہی کا لحاظ:

برصغیر پاک و ہند میں متعدد علماء نے اُردو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے۔ "کنزالایمان" کے اسم بامسمّیٰ عنوان سے مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک ترجمہ ہے۔ ان تمام اُردو تراجم کا تقابل کر کے دیکھا جائے تو الفاظِ قرآن کے ترجمہ میں تقدیس و عظمتِ الٰہی کا لحاظ جتنا مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، دوسرے مترجمین اتنا پاس ملحوظ نہیں رکھ سکے۔ اس دعویٰ کی دلیل کیلئے ذیل میں صرف تین آیات کے تراجم کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اس کی سینکڑوں آیات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

(۱) بسم اللہ کا ترجمہ:

اکثر مترجمین نے بسم اللہ کا ترجمہ ان الفاظ سے کیا ہے۔

"شروع کرتا ہوں یا شروع اللہ کے نام سے" اور نحوی ترکیب کے اعتبار سے یہ ترجمہ غلط بھی نہیں مگر اس ترجمہ میں مشہور ہدایت نبوی کا کما حقہ پاس نہیں ہوتا جس میں فرمایا گیا کہ ہر اچھا اور نیک کام اللہ کے نام سے شروع کیا جائے۔ مذکورہ ترجمہ میں اللہ کے پاک نام سے ابتدا کی بجائے "شروع کرتا ہوں" کے الفاظ سے ابتدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے بسم اللہ کا جو ترجمہ کیا وہ عظمتِ الٰہی کا عین مظہر ہے۔ چنانچہ آپ نے بسم اللہ کا ترجمہ یوں کیا:

"اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا" اس ترجمہ کے مطابق جو کام شروع کیا جائے گا وہ ہدایت نبوی کے مطابق براہ راست اللہ کے پاک نام سے شروع ہوگا۔ دوسرے الرحمن الرحیم کے ترجمہ میں بھی مرکب توصیفی کی رعایت کرتے ہوئے مرکب تام یا مرکب خبری کی طرح اس میں "ہے یا ہیں" کا لفظ نہیں لائے۔

(۲) ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (سورۂ آل عمران: ۵۴)

اس آیت کریمہ کا ترجمہ دوسرے مکتبہ فکر کے ایک مترجم نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے"۔

ظاہر ہے اس ترجمہ میں مکر اور داؤ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بڑا بے ادبی کا حامل ہے۔ اس کے برعکس مولانا احمد رضا خان نے ترجمہ میں عظمت و ادب الٰہی کو ملحوظ رکھا ہے، آپ نے مذکورہ آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔"

(۳) سخر اللّٰہُ منھم ۔ (سورۃ التوبہ، ۷۹)

آیت ہذا کا ترجمہ ایک مشہور مترجم نے یوں کیا ہے:

"اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے۔" جبکہ ایک دوسرے معروف مترجم کا ترجمہ ہے: "اللہ ان مذاق اُڑانے والوں کا مذاق اُڑاتا ہے"۔

ظاہر ہے ان مترجمین سے ترجمہ میں عظمت توحید کا پاس نہیں کیا جا سکا۔ حالانکہ خود اردو زبان کے عام مزاج کو بھی مدنظر رکھا جاتا تو شاید ان الفاظ میں ترجمہ نہ ہوتا۔ کیا مذاق اڑانا اور ٹھٹھا کرنا مسلم معاشرے میں کسی مہذب اور شریف آدمی کو زیب دیتا ہے؟ چہ جائیکہ اس کی نسبت اس ذات والا شان کی طرف کی جائے جس کی ذات ہر قسم کے نقائص و عیوب اور غیر مہذب و ناشائستہ باتوں سے پاک ہے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں نے عظمت توحید کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کا ترجمہ کیا:

"اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا"

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن مجید میں تقدیس و عظمت الٰہی کے زیادہ پاس کا دعویٰ محض عقیدت یا مسلکی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے۔ جس کا اعتراف دوسرے مکاتب فکر کے انصاف پسند علماء نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ امیر جمعیت اہلِ حدیث پاکستان استاذ سعید بن یوسف زئی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کنزالایمان کے بارے میں واضح کرتے ہیں:

یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جس میں ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا تو بوقت ترجمہ اسکی جلالت و تقدیس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہلِ حدیث سمیت کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کے ہوں، ان میں یہ بات نظر نہیں آتی۔

اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزاء سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا

خان نے اوروں کی طرح صرف لفظی اور لغوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا۔ بلکہ آپ کے عالی مقام کو ہر جگہ ملحوظ رکھا ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علماء اہلِ حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔" ۱۰؎

اللہ جل شانہ کے لیے جھوٹ کے امکان کا بھرپور رد:

اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بلا وجہ اور بلا ضرورت یہ بحث بھی چھیڑی گئی تھی کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ اگر چہ بولتا نہیں۔ ظاہر ہے یہ بات عقیدہ توحید اور تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھی۔ چنانچہ اس کے رد میں آپ نے "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ ترتیب دیا۔ فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن میں شامل کوئی ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل یہ کلامی تحقیقی مدلل اور لاجواب رسالہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک استفتاء کے جواب میں مرتب فرمایا۔ جس میں ان کے ایک ہم عصر عالم کی کتاب "براہین قاطعہ" کی ایک عبارت کے بارے میں پوچھا گیا تھا کہ موصوف فتاویٰ شامی کی ایک عبارت کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی ذات سے جھوٹ کا امکان ہے تو ایسا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟ اور اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

اس استفتاء کا جواب دیتے ہوئے مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے جس تفصیلی پرزور اور متکلمانہ انداز میں مذکورہ عقیدے کا رد کیا اور جس کمال باریک بینی اور اجتہادی بصیرت سے اس کے بخیے ادھیڑے اس کا خلاصہ بیان کرنے سے قبل حیرت ہوتی ہے کہ صاحب براہین قاطعہ نے کیسے ایک ایسی بری خصلت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے ممکن بنا دیا جو انسان کے تمام اخلاق رذیلہ اور بری عادات میں سے سب سے زیادہ مذموم اور قبیح عادت ہے۔ جسے دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم کے نزدیک برا سمجھا جاتا ہے، اور ایک مسلمان کے بارے میں تو معلم انسانیت ﷺ نے ایک سوال کے جواب میں یہاں تک فرمایا کہ مسلمان بزدل ہوسکتا ہے بخیل ہوسکتا ہے مگر جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ ۱۱؎ تو اللہ کی واجب الوجود ذات جو تمام صفات کمال کی جامع ہے۔ ۱۲؎ سے جھوٹ کا امکان کس طرح ہوسکتا ہے۔

غالباً اسی لیے مذکورہ استفتاء کے جواب میں مولانا احمد رضا خان نے جو تحقیقی رسالہ ترتیب دیا تو اس کا نام رکھا "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح"

"جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ کی ذات ستودہ صفات پاک ہے۔"

یہ رسالہ شروع میں ایک توضیحی مقدمہ چار تنزیہوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ مقدمہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام صفات، صفاتِ کمال اور بروجہ کمال ہیں جس طرح کسی صفت کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یونہی معاذ اللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی اس کیلئے امکان نہیں رکھتا۔ پھر اس میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق، سمع و بصر اور قدرت کے دائرہ کار کی وضاحت کرتے ہوئے قائلین امکانِ کذب کے مغالطہ یا غلط فہمی کہ ''کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ شانہ وتعالیٰ کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کا انکار ہوا۔'' شاندار جواب دیا ہے، فرماتے ہیں: ''ایھا المسلمون! قدرت الٰہی صفتِ کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذ اللہ صفتِ نقص وعیب، اور اگر محالات پر قدرت مانیے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے۔ وجہ سنیے جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے۔ لہٰذا تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہیے اتنا ہی عجز وقصور سمجھیے تو واجب کے سب محالات زیر قدرت ہوں اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ یونہی منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر بھی قدرت لازم۔

اب باری جل وعلا عیاذ أباللہ واجب الوجود نہ ٹھہرا۔ تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی سے ایمان گیا۔'' تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔'' ظالم جو کچھ کہتے اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے۔ [۱۳]

اس کے بعد تنزیہہ اول میں کذب الٰہی کے بالا جمال محال ہونے پر متقدمین مسلمہ علماء عقائد اور متکلمین کے تیس عدد نصوص یا اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ تنزیہہ دوم میں بھی باری تعالیٰ سے جھوٹ کے امکان کے محال ہونے پر تیس دلائل دیے گئے ہیں، جن میں سے پانچ دلائل تو عقائد و اصول کی امہات الکتب سے مشہور علماء کے ہیں جبکہ امکان کذب کے محال ہونے پر باقی ۲۵ عدد دلائل اعلیٰ حضرت نے اپنی اجتہادی اور کلامی بصیرت سے دیے ہیں۔ ان دلائل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو استنباط و استخراج مسائل کا کتنا ملکہ اور کتنی مومنانہ فراست عنایت فرما رکھی تھی۔

تنزیہ سوم میں کذب باری تعالیٰ کے حوالے سے ہندوستانی وہابیہ کے امام کے دو ہذیانات کا ذکر کرنے کے بعد کوئی ۴۵ صفحات پر مشتمل ان پر بڑے مدلل اور زور دار انداز میں ۴۰ عدد تازیانے برسائے گئے ہیں اور ہر تازیانہ اتنی ایمانی غیرت اتنی جرائت اور زور دار بلکہ اتنے سخت الفاظ میں برسایا گیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے بارگاہ الٰہی میں یہ گستاخی آپ سے برداشت نہیں ہو پا رہی۔

تنزیہ چہارم ''علاج جہالات جدیدۃ'' کے عنوان سے ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ صاحب براہین قاطعہ کا امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننا اور اس میں اختلاف ائمہ کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ ماننا سراسر افتراء ہے۔ بے شک خلف وعید میں بعض علماء جانب جواز گئے جبکہ محققین نے انکار کیا مگر حاشا وکلا اس سے نہ امکان کذب ثابت ہوتا ہے نہ یہ علماء مجوزین کا مسلک ہے۔ پھر اس دعویٰ پر اعلیٰ حضرت نے کوئی ۲۵۔۲۶ صفحات پر مشتمل دس عدد قاہرہ حجتیں قائم کی ہیں اور اگر ضمنی دلائل بھی شمار کیے جائیں تو اکیس دلائل قاہرہ بن جاتے ہیں۔ اس رسالے کا خاتمہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل کے حکم میں ہے یہ بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حسب معمول بڑی تفصیل اور وضاحت سے لکھا ہے جو ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں کفر لزومی اور التزامی کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اگر کذاب باری تعالیٰ کو ممکن مانا جائے تو اس سے مزید کتنی کفریہ باتیں لازم آتی ہیں۔ اس کے باوجود قائلین امکان کذب پر کفر کے فتویٰ میں احتیاط برتتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حاش للہ حاش للہ ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگر چہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کیلئے اصلاح کی کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی نہ رہے۔'' [۱۴]

تعظیمی سجدہ کی حُرمت کا فتویٰ:

اعلیٰ حضرت ﷫ کے زمانے میں ایک ''نیم ملا۔ خطرہ ایمان'' نے بعض آیات و احادیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں کے سامنے کہا کہ شریعت میں تعظیمی سجدہ جائز ہے۔ اس کے صحت کے بارے میں جب آپ سے مسئلہ پوچھا گیا تو اس کے رد میں آپ نے ''الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ'' کے نام سے ایک محققانہ رسالہ مرتب فرمایا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت ﷫ کا یہ رسالہ تعظیمی سجدہ کی حرمت کے بارے میں ایک تفصیلی تحقیقی اور مدلل فتویٰ پر مشتمل ہے جو فتاویٰ رضویہ کے جدید ایڈیشن میں کوئی 150 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کا پس منظر ایک طویل استفتاء ہے جس میں پوچھا گیا ہے کہ ایک آدمی بعض آیات قرآنی اور بعض احادیث کا سہارا لیتے ہوئے تعظیمی سجدہ کو جائز قرار دیتا ہے۔

جبکہ دوسرا آدمی اسے حرام وممنوع کہتا ہے ان دونوں اقوال میں سے حق اور صحیح قول کس کا ہے؟ اس استفتاء کے جواب میں پہلے تو آپ نے مختصر الفاظ میں تعظیمی سجدہ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ پھر استفتاء میں جن آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہوئے تعظیمی سجدہ کے جواز کا قول بیان کیا گیا ہے، ان کا صحیح مفہوم متعین کرتے ہوئے عبارات میں پائی جانے والی علمی خیانتوں کو واضح کیا ہے۔ پھر اس جواب کو چھ فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ استفتاء کے مختصر فتویٰ میں فرماتے ہیں:

''سجدہ حضرت عزت جلالہ کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین وکفر مبین اور سجدہ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین اور اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین۔ ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول اور عندا التحقیق وہ کفر صوری پر محمول.......... ہاں مثل صنم وصلیب وشمس وقمر کے لیے سجدے پر مطلقاً اکفار..........ان کے سوا مثل پیر ومزار کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہ مباح، جیسا کہ زید کا ادعایباطل، نہ شرک حقیقی نا مغفور جیسا کہ وہابیہ کا زعم باطل بلکہ حرام ہے اور کبیرہ وفحشاء۔''۱۵؎

زیر بحث استفتاء کے جواب میں آپ نے جو چھ تفصیلی فصلیں ترتیب دی ہیں ان کا خلاصہ یوں ہے کہ پہلی فصل میں قرآن کریم سے تعظیمی سجدہ کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے اور جواز کے قائل کا رد کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں تعظیمی سجدہ کی حرمت پر'' چہل احادیث نبوی پیش کی گئی ہیں اور جو ضعیف حدیث سوال میں جواز کے لیے پیش کی گئی ہے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

تیسری فصل میں ایک آدھ نہیں بلکہ پوری ڈیڑھ سو فقہی نصوص اوائمہ کے اقوال تعظیمی سجدہ کے لیے پیش کیے ہیں چوتھی فصل میں تعظیمی سجدہ کے قائل نے جن آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے، ان کا جواب اور صحیح محمل متعین کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل میں جواز کے قائل نے اپنی تحریر میں جس افتراء اختراع، کذب، خیانت، جہالت اور سفاہت کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔ چھٹی فصل۔ قرآن مجید میں حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کیے گئے تعظیمی سجدہ کی بحث اور اس سجدہ سے مجوز کے استدلا کا رد کیا گیا ہے۔۱۶؎

ایک اور آدمی نے تعظیمی سجدہ کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کو اس کے مریدین سجدہ کرتے ہیں۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ مریدین کو سجدہ سے منع نہیں

کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں مریدوں کو منع کرتا ہوں نہ حکم دیتا ہوں، اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا: '' یہ شخص بہت خطا پر ہے۔ اس پر فرض ہے کہ مریدوں کو منع کرے اور مریدوں پر فرض ہے کہ اس فعل حرام سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''۱۷؎

علم الٰہی اور علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں برابری کی تردید:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخالفین مسلکی تعصب یا غلط فہمی کی بنیاد پر آپ کے خلاف عوام اور علمی حلقوں میں یہ تاثر دیتے رہتے تھے کہ آپ علم الٰہی اور علم رسول میں برابری کے قائل ہیں۔۱۸؎

ظاہر ہے یہ تاثر یا پروپیگنڈا عقیدہ توحید کے بالکل خلاف تھا۔ اور عقیدہ توحید کے تحفظ کیلئے اس تاثر کا زائل کیا جانا اور غلط پروپیگنڈا کی قلعی کا کھولا جانا ضروری تھا، اس لیے آپ نے اپنے معروف ''فتاویٰ رضویہ'' کے علاوہ ملفوظات اور کئی تصانیف ورسائل میں بعض جگہ اختصار سے اور بعض جگہ تفصل سے بڑے مدلل انداز میں اس پروپیگنڈا کو غلط ثابت کرتے ہوئے علم الٰہی اور علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی بھی طرح برابری حتیٰ کہ ادنیٰ نسبت تک کی بھی تردید کی ہے۔ اس سلسلے میں تفصیلی عالمانہ اور متکلمانہ بحث تو آپ نے مشہور رسالہ'' الدولة المكية بالمادة الغيبية'' میں فرمائی ہے۔ جس کی مباحث اور مندرجات کی تائید مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام اور دمشق کے ۳۴ نامور علماء فضلاء نے بھی فرمائی اور رسالہ کے ذریعے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ اور مجددانہ حیثیت کا اعتراف کیا۔ اس رسالے کے متعلق یہ جان کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مکہ مکرمہ میں کسی کتب خانہ اور کتابوں کی مدد کے بغیر محض اپنے خداداد حافظہ اور استحضار کی مدد سے کل ساڑھے آٹھ گھنٹے میں اسے املاء کرایا۔ جس میں بیسوں آیات، احادیث اور ائمہ دین کے اقوال سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق علم غیب کے بارے میں اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔

رسالہ ہذا دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں آپ نے چھ نظریں (فصلیں) قائم کی ہیں۔ جن میں زیر بحث موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے حصے میں علم نبوی کے حوالے سے پانچ سوالات یا اشکالات کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں۔ رسالے کے مطالعے کے بعد قاری کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت پر علم الٰہی اور علم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں برابری کرنے کا الزام قطعاً بے بنیاد ہے۔ رسالہ ہذا کی بحث کا خلاصہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کے الفاظ میں کچھ یوں ہے:

۱) علم ذاتی محیط، اللہ کے لیے ہے۔ علم عطائی غیر محیط، مخلوق کے لیے۔

(۲) علم مخلوقات متناہی، علم الٰہی غیر متناہی۔ دونوں میں نسبت ناممکن کجا مساوات کا دعویٰ۔
(۳) علم ذاتی واجب للذات اور علم عطائی ممکن۔
(۴) وہ ازلی، یہ حادث......وہ غیر مخلوق، یہ مخلوق......وہ زیرِ قدرت نہیں۔ یہ زیرِ قدرت الٰہی......وہ واجب البقاء، یہ جائز الفناء......اس کا تغیر محال، اس کا ممکن۔
(۵) علم کل اللہ کو سزاوار ہے اور علم بعض رسول ﷺ کو..........مگر بعض بعض میں فرق ہے..........پانی کی بوند بھی، بعض ہے اور سمندر کے مقابلے میں دریا، بھی بعض ہے..........تو بعض بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔
(۶) مخالفین کا بعض، بغض و توہین کا ہے اور ہمارا بعض عزت و تمکین کا جس کی قدر خدا ہی جانے اور جن کو عطا ہوا۔
(۷) جس طرح علمِ ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح علمِ عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے.......... پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی علم کا منکر نہیں ہوسکتا جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔
(۸) کسی عالم کے علم کی اس لیے نفی کرنا کہ وہ استادوں کے پڑھائے سے پڑھا ہے، کسی صاحبِ عقل سے متوقع نہیں......صاحبِ عقل اس کے علم کا اعتراف کرے گا اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہلکا نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے، یہ تو پڑھائے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔ ۱۹۔

علم الٰہی اور علم رسول میں برابری کے الزام کی تردید میں آپ کا ایک اور رسالہ بھی بڑی زبردست چیز اور قابلِ دید ہے۔ خالص الاعتقاد نامی رسالہ جو فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۲۹ ویں کے پچاس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں آپ نے پانچ امور کے اندر اس الزام کا تفصیلی جواب دیا ہے۔ اس کے امرِ چہارم میں علم غیب سے متعلق اجماعی مسائل کے عنوان کے تحت آپ نے علم غیب کے حوالے سے علم الٰہی اور علم مخلوق میں جو فرق کیا ہے اس کے بعد اعتراز کی گنجائش تو نہیں رہتی مگر ضد عناد اور مخالفت برائے مخالفت کا تو کوئی علاج ہی نہیں۔ بہرکیف فرماتے ہیں۔

(۱) بلاشبہ غیر خدا کیلئے ایک ذرہ کا علم نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے ہے اور منکر کافر ہے۔

(۲) بلاشبہ غیر خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہوسکتا مساوی تو درکنار تمام اولین و آخرین وانبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصہ کو کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے۔ بخلاف علوم الٰہیہ کہ غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش وفرش، شرق وغرب و جملہ کائنات ازروزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش وفرش شرق وغرب دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہے سب متناہی ہے۔ بالفعل غیر متناہی کا علم تفصیلی مخلوق کو مل ہی نہیں سکتا تو جملہ علوم خلق کو علم الٰہی سے اصلاً نسبت ہونی ہی محال قطعی ہے نہ کہ معاذ اللہ توہم مساوات
(۳) یونہی اس پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل کے دینے سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کثیر و وافر غیبوں کا علم ہے۔ یہ بھی ضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر کافر ہے کہ سرے سے نبوت ہی کا منکر ہے۔
(۴) اس پر بھی اجماع ہے کہ اس فضلِ جلیل میں محمد رسول ﷺ کا حصہ تمام انبیاء تمام جہان سے اتم واعظم ہے اللہ تعالیٰ کی عطا سے حبیب اکرم ﷺ کو اتنے غیبوں کا علم ہے جن کا شمار اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔'' ۲۰۔

اللہ تعالیٰ کیلئے جسم ومکان کے قائلین کا رد:

اہلِ سنّت و جماعت کے بنیادی اور مسلمہ عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ اللہ جل شانہ ہر قسم کے جسمانی و مکانی عوارض سے پاک ہے۔ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں بعض آریہ ذہن کے لوگوں نے قرآن مجید کی آیات متشابہات مثلاً الرحمن علی العرش استوی۔ ۲۱۔
اور ثم استوی علی العرش۔ ۲۲۔ کو ظاہری اور شانِ الوہیت کے خلاف معنیٰ پر محمول کرتے ہوئے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاکیزہ ذات کو جسم ومکان سے متصف سمجھنے کا دعویٰ کیا اور باری تعالیٰ سے متعلق ایسے عقیدے کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں: ''قوارع القهار علی المجسمة الفجار'' (جسمیت باری تعالیٰ کے قائل فاجروں پر قہر فرمانے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے سخت مصیبتیں۔) کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا۔ جس میں آپ نے آیات متشابہات پر متکلمانہ بحث کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ

مذکورہ آیات متشابہات کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو اس سے اللہ کے لیے مخلوق سے مشابہت ثابت ہو گی کہ اٹھنا بیٹھنا چڑھنا اترنا سرکنا ٹھہرنا اجسام کے کام ہیں اور وہ ہر قسم کی مشابہت سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنی جو ہماری سمجھ میں آتے ہیں، ہرگز مراد نہیں۔ اس لیے جمہور ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ استواء اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مگر اس کی کیفیت مجہول ہے۔ اس کے معنی ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ان کی اصل مراد اللہ پر چھوڑ دیں۔ اللہ نے ہمیں آیاتِ متشابہات میں زیادہ غور وخوض سے منع فرمایا ہے۔ پس یہ کہا جائے کہ:

امنا به كل من عند ربنا

"جو کچھ ہمارے مولیٰ کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لے آئے۔ محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔" ۲۳

اور اگر کوئی سر پھرا بضد ہو کہ ان آیات کا معنیٰ متعین کیا جانا چاہیے تو اس کے لیے لازم ہے کہ ایسا معنی متعین کرے جو آیات محکمات کے موافق ہو۔ اس کے بعد علماء نے "استویٰ" کی جو اللہ کے شایانِ شان تاویل فرمائی ہیں، اعلیٰ حضرت نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے متعدد مفسرین کے اقوال قلمبند کیے ہیں۔ بعد ازیں وضاحت کے لیے اعلیٰ حضرت کے پاس ایک تحریر بھیجی گئی جس میں بعض آیات و احادیث کی رو سے اللہ کے لیے مکان ثابت کیا گیا تھا اور اس میں کہا گیا تھا کہ "بعض اشخاص بریلی نے جو علم منقول و عقائد اہل حق سے بے بہرہ ہیں، اس عقیدہ صحیحہ کے معتقد کو بزور گمراہی گمراہ بنایا وما ھم بہ من علم۔ ایسے شخص سے اہلِ اسلام کو بچنا چاہیے۔"

اس تحریر کے رد میں اعلیٰ حضرت نے "ضربِ قہاری" کے عنوان سے اس کا تفصیلی جواب لکھا۔ اس جواب میں پہلے مذکورہ تحریر کے اندر جو جہالتیں، ضلالتیں، تناقض، اور اللہ و رسول ﷺ پر افتراء پایا جاتا تھا۔ ان کی نشاندہی کی اور بتایا کہ یہ چھ عدد جہالتیں ہیں۔ پھر ترتیب وار ہر جہالت و تناقص پر چھ زوردار اور علمی تمانچے مارے ہیں، یہ چھ عدد علمی تمانچے فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد ۲۹ میں کوئی پچاس صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

تقدیر و مشیّت الٰہی کے بارے غلط فہمی کی اصلاح:

ایک آدمی نے اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا کہ قرآن مجید کی رُو سے تمام امور پر خصوصاً ہدایت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اور مشیت کا معنی ارادۂ پروردگار عالم ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کی پیدائش سے قبل ہی اس کو کافر رکھنے کا ارادہ کرے تو وہ اب مسلمان

کیونکر ہو سکتا ہے؟ "یھدی من یشاء" کے صاف معنی یہ ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہو گی وہ ہو گا پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہو سکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا؟

عقیدہ توحید کے حوالے سے اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "ثلج الصدر لايمان القدر" (تقدیر پر ایمان کے سبب سینے کی ٹھنڈک) کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا۔ جس میں بڑی تفصیل سے اور عام فہم انداز میں وضاحت فرمائی کہ بندہ پتھر کی طرح مجبور اور بے شعور محض نہیں بلکہ اللہ نے اسے اختیار، ارادہ اور عقل و شعور کے علاوہ انبیاء اور کتب سماوی کے ذریعے سے خیر و شر کا فرق بتا دیا ہے۔ اس پیچیدہ مسئلہ کی تفصیلی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"غرض فعل انسان کے ارادے سے نہیں ہوتا بلکہ انسان کے ارادے پر اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کر دے گا اور یہ برائی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو اس طرف پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو پیدا فرما دے گا، انسان میں یہ قصد و ارادہ اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون، بس یہی ارادہ یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے۔ یہی مدار امر و نہی و جزا و سزا و عتاب و پرسش و حساب ہے۔ اگرچہ بلاشبہ بلا ریب قطعاً یقیناً یہ ارادہ اختیار بھی اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔" ۲۴

پھر اس مسئلے کو متعدد آیات قرآنی آثار صحابہ اور کئی مثالوں سے ذہن نشین کرایا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اس تقدیر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے ایک اور مسئلہ پوچھا گیا کہ خالد یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ کام بھلا یا برا ہوتا ہے سب خدا کی تقدیر سے ہوتا ہے اور تدبیرات کو کار دینوی و اخروی میں امر مستحسن اور بہتر جانتا ہے جبکہ ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے اور کہتا ہے کہ تدبیر کوئی چیز نہیں بالکل واہیات ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے "التحبير بباب التدبير" (تدبیر کے بارے آرائش کلام) کے عنوان سے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس میں فرمایا کہ "بے شک خالد سچا اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہل حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے ہے۔"

پھر استدلال میں چند آیات پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: مگر تدبیر زنہار معطل

نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ رب جل مجدہ نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس میں مسبباب کو اسباب سے ربط دیا اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبب پیدا ہوا۔ جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عبث و مطرود وفضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض اور انبیاء و صحابہ وائمہ و اولیاء سب پر اعتراض وطعن لازم آتا ہے۔"

بعد ازیں اس فتویٰ پر دلیل کے لیے پہلے چند آیات، اسوۂ انبیاء کرام اور پھر پوری چالیس احادیث لائے ہیں۔ ۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی ۲۹ ویں جلد میں شامل ہے۔

قبر پرستی کی ممانعت:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفین کی طرف سے ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے "قبر پرستی" کی حوصلہ افزائی کی۔ حتیٰ کہ جاہل لوگوں کی بزرگان دین کے مزارات پر غلط اور خلاف شرع حرکات کی بنا پر آج تک بریلوی مکتبہ فکر کو "قبر پرست" کہا جاتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ کسی قبر کو سجدہ تو کجا آپ نے تو والدین کی قبر تک کو بوسہ مکروہ بتایا ہے، چنانچہ جب آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ "بوسہ قبر کا کیا حکم ہے؟" تو اس کے جواب میں فرمایا:

(۱) بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے:

"کفایة الشعبی میں قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا اشارہ کیا اور اس پر کوئی جرح نہ کی۔ (ت)" مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

مسح نہ کند قبر رابدست و بوسہ نہ دہد آں را

"قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ ہی بوسہ دے۔"

کشف الغطاء میں ہے:

كذا في عامة الكتب

"ایسا ہی عامۂ کتب میں ہے۔"

"مدارج النبوۃ میں ہے: در بوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند وصحیح آنست

کہ لا یجوز است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

"قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ ناجائز ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔" ۲۵

اسی طرح جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟ تو جواب دیا:

(۲) بعض علماء نے اجازت دی۔ مجمع البرکات میں ہے: ویمکنہ ان یطوف حولہ ثلث مرات فعل ذلک۔ "گرد قبر تین بار طواف کر سکتا ہے۔ (ت)"

مگر راجح یہ کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں:

الطواف من مختصات الكعبة المنيفة فيحرم حول قبور الانبياء والاولياء

طواف کعبہ کی خصوصیات سے ہے تو انبیاء و اولیاء کی قبروں کے گرد حرام ہوگا۔ (ت) مگر اسے مطلقاً شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل و غلط اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے۔ ۲۶

آپ کو احساس تھا کہ ممکن ہے کوئی آدمی جب روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو تو والہانہ محبت وعقیدت میں اور کم علمی کے باعث خلاف شرع اور مشرکانہ حرکت کر بیٹھے۔ اس لیے متنبہ فرمایا:

"خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے۔ بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ، یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا، اپنے روضہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجے قرب کے ساتھ ہے، والحمدللہ۔" ۲۷

اسی طرح مدینہ منورہ اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے آداب میں فرمایا:

"روضۂ انور کا طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کی اطاعت میں ہے۔" ۲۸

بارش کے نزول میں ستاروں کی تاثیر کا انکار:

اہلِ عرب کا گمان تھا کہ بارش کا نزول یا امساک ستاروں کے طلوع یا غروب کی وجہ سے ہوتا ہے، ستارے ہی اس معاملے میں مؤثر حقیقی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اس طرح کے اوہام کا رد فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا کہ ولا نوء۔ ۲۹

"ستارے کا بارش برسانے میں کوئی عمل دخل نہیں"

فاضل بریلوی کے زمانے میں بھی ایک نجومی کا اسی قسم کا ذہن تھا کہ بارش کا نزول یا عدم نزول ستاروں کا مرہون منت ہے۔ اس قسم کی ذہنیت اور ستاروں کی گردش کو بارش کے نزول یا عدم میں موموثر حقیقی سمجھنا عقیدۂ توحید کے خلاف تھا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت ﷫ فاضل بریلوی نے اس خیال کورد فرمایا کہ بارش ستاروں کی گردش کی مرہون منت ہے۔ ایسا خیال عقیدۂ توحید کے منافی تھا۔ اس لیے آپ نے ایک موقع پر واضح فرمایا کہ بارش صرف اور صرف اللہ کے حکم، منشا اور قدرت پر موقوف ہے۔ اس میں ستاروں کی گردش کا کوئی عمل دخل نہیں۔ چنانچہ جناب نفیس احمد مصباحی نے علامہ ظفر الدین بہاری اور علامہ محمد احمد مصباحی کے حوالے سے لکھا ہے: مولانا محمد حسین بریلوی (موجد طلسمی پریس بریلی) کے والد علم نجوم میں بڑے ماہر تھے۔ ستاروں کی شناخت اور ان کی چال سے نتائج نکالنے میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ عمر میں اعلیٰ حضرت ﷫ سے بڑے اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی بریلوی ﷫ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ یہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت ﷫ کے یہاں تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے دریافت کیا: فرمایئے بارش کا کیا انداز ہے؟ کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع کا زائچہ بنایا اور فرمایا: اس مہینے میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں بارش ہوگی۔ یہ کہہ کر زائچہ اعلیٰ حضرت ﷫ کی طرف بڑھا دیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج ہی بارش ہو، انہوں نے کہا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے، کیا ستاروں کی وضع نہیں دیکھتے؟ اعلیٰ حضرت ﷫ نے فرمایا: محترم! "میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ان ستاروں کے بنانے والے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔"

پھر اس مشکل مسئلہ کو بڑے آسان طریقے سے سمجھایا۔ سامنے گھڑی لگی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے ان سے پوچھا: وقت کیا ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں، فرمایا: بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ بولے پون گھنٹہ، اعلیٰ حضرت ﷫ اٹھے اور بڑی سوئی گھما دی۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا: آپ نے کہا تھا، ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں باقی ہے۔ وہ بولے: اس کی سوئی کھسکا دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹہ بعد ہی بارہ بجتے۔ اعلیٰ حضرت ﷫ نے فرمایا: اسی طرح اللہ رب العزت قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ ایک ہفتہ، ایک دن کیا ابھی بارش ہونے لگے۔" اعلیٰ حضرت ﷫ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹائیں چھانے لگیں اور فوراً پانی برسنے لگا۔ ۳۰؎

عقیدۂ توحید کے خلاف فلاسفہ کا رد:

بنو عباس ﷛ کے عہد حکومت میں یونانی فلسفہ یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا تو اس کے بہت سے ملحدانہ عقائد ونظریات اسلامی افکار ونظریات سے خلط ملط ہو گئے۔ فلسفیانہ پیچ پیچ اور مغالطہ دہیوں کو سمجھنا بھی ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں۔ اس زمانے میں فلاسفہ کے رد کیلئے اللہ تعالیٰ نے حجۃ الاسلام امام غزالی اور امام فخر الدین رازی جیسے فلاسفر پیدا فرمائے۔ جنہوں نے فلاسفہ کی خرافات کا انہی کی زبان میں جواب دیا، انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے ربع اول میں اللہ تعالیٰ نے مولانا احمد رضا خان کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا۔ انہوں نے "الکلمہ الملھمۃ" لکھ کر عقیدۂ توحید کے سلسلے میں فلاسفہ کی مغالطہ دہیوں کا انہی کے مسلمہ دلائل سے جواب دیا۔ مقام اول میں فرماتے ہیں:

"اللہ عزوجل فاعل مختار ہے، اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ ....فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ...لَہُ الخِیَرَۃُ....یونہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے، دو جام یکساں ایک صورت، ایک نظافت کے، دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہوا، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے، ان میں سے جسے چاہے اٹھا لے گا۔۔۔۔ پھر فَعَّالٌ لِّمَا یُرِید کے ارادہ کا کیا کہنا؟ ۳۱؎

اس گفتگو کا ہدف فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل کی نسبت سب چیزوں کی طرف برابر ہے، لہٰذا دو برابر چیزوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف سے ترجیح نہیں دے سکتا، ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو محال ہے۔ اس باطل نظریئے پر امام احمد رضا بریلوی ﷫ نے معقول اور مدلل انداز میں بھرپور تنقید کی ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے لائق ہے۔

دوسرے مقام میں فلاسفہ کے اس نظریئے پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اول کو پیدا کیا، باقی تمام جہان عقول کا پیدا کردہ ہے، امام احمد رضا بریلوی نے اسلامی عقیدہ یوں بیان کیا ہے۔

"عالم میں کوئی نہ فاعل موجب نہ فاعل مختار۔۔۔۔ فاعل مطلق و فاعل مختار ایک اللہ واحد قہار..... یہ مسئلہ بھی نگاہ ایمان میں بدیہیات سے ہے اور عقل سلیم خود حاکم کہ ممکن، آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضۂ وجود کرے، دو حرف اس پر بھی لکھ دیں کہ راہ ایمان سے یہ کانٹا بھی باذنہ عزوجل صاف ہو جائے۔" ۳۲؎

ہر بات میں عقیدۂ توحید کا تحفظ:

علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات ملفوظات اور تحریرات میں یہ چیز بھی نظر آتی ہے کہ آپ نے ہر ایک بات میں عقیدۂ توحید کا پاس کیا ہے، جہاں کوئی ایسا کلمہ، کوئی بات، کوئی لفظ سامنے آیا جس سے عقیدۂ توحید پر زد پڑتی ہو یا جس سے تقدیس وعظمت وادب الٰہی میں فرق آتا ہو، اس کی نشاندہی اور اصلاح فرماتے ہیں، ذیل میں بطور مثال چند فتاویٰ ملاحظہ ہوں۔ احاطہ بہت مشکل ہے:

اللہ تعالیٰ کے لیے مؤنث کے صیغہ سے منع فرمایا:

ملفوظات میں ہے کہ ایک روز مولوی امجد علی صاحب بعد عصر بہارِ شریعت حصہ سوم بغرض اصلاح سنا رہے تھے۔ اس میں ایک مسئلہ اس بارہ میں تھا کہ رب العزۃ جل جلالہ کی طرف مؤنث کا صیغہ زبان سے نماز میں نکل جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔ ارشاد فرمایا: صیغہ ہو یا ضمیر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دفعتاً سوتے سوتے اُٹھ بیٹھے اور بہت روئے۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا: میں نے دیکھا رب العزۃ کو کہ فرماتا ہے تو اشعارِ لیلیٰ وسلمہ کو مجھ پر محمول کرتا ہے۔ اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا جو کسی پر نہ کیا ہو۔ ۳۳ـ

(۲) اللہ میاں کہنا ممنوع ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: حضور! اللہ میاں کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد فرمایا: زبان اردو میں لفظ میاں کے تین معنی ہیں۔ ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شان الوہیت پاک ومنزہ ہے۔ اور ایک کا صدق ہو سکتا ہے۔ تو جب دو لفظ خبیث معنوں اور ایک اچھے معنٰی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا۔ اس کے لیے ایک معنٰی مولیٰ تعالیٰ بے شک مولیٰ ہے دوسرے معنی شوہر تیسرے معنی زنا کا دلال ہے کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔ ۳۴ـ

اسی طرح ایک سوال کے جواب میں فرمایا: سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ "مکتوب ہے۔ یہ ممنوع ومعیوب ہے۔ زبان اردو میں میاں کے تین معنی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے وارد نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔ ۳۵ـ

(۳) اللہ کے لیے جمع کی ضمیر خلاف اولیٰ ہے:

ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"اللہ عزوجل کیلئے ضمائر مفرد کا استعمال مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی کوئی حرج نہیں اس کی نظیر قرآن میں ضمائر متکلم میں صدہا جگہ ہے (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) اور ضمائر خطاب میں صرف ایک جگہ ہے وہ بھی کلام کافر سے عرض کرے گا (رب ارجعون اعمل صالحا) اس میں علماء نے تاویل فرمادی ہے ارجع کی جمع باعتبار تکرار ہے اور ارجع ارجع ارجع۔ ہاں ضمائر غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلانکیر رائج ہے۔"

آگے فرماتے ہیں: بہرحال یوں کہنا ہی مناسب ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" مگر اس میں کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہو سکتا نہ گناہ ہی کہا جائے گا بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۳۶ـ

(۴) پردہ وحی کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا محض جھوٹ ہے:

سوال: ایک واعظ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ کے جواب میں کہا کہ ایک پردہ سے آواز آتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم نے کبھی پردہ اُٹھا کر دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ میری مجال نہیں کہ پردہ اُٹھا سکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اُٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرما رہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا۔ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے۔

جواب: یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافترا ہے اور اس کا یوں بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ ہے اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ ۳۷ـ

(۵) جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہے، کافر ہے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا "جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے، اس شخص کی نسبت علماء کیا فرماتے ہیں؟

اس مسئلہ کے جواب میں فرمایا: "کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں، بعد اس کے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے، من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر (جس نے

اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وہ کافر ہو گیا) جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے میل جول، سلام کلام سب قطعاً حرام۔"

اس فتویٰ کی دلیل میں چند آیات قرآنی پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اگر وہ علانیہ تائب ہو اور از سر نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مر جائے اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصال ثواب سخت حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں۔ وذالک جزاء الظالمین۔"[38]

حواشی

(۱) امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع، الصحیح، (کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل)، ۱/۱۶، طبع کلاں کراچی۔

(۲) بخاری: الجامع الصحیح (کتاب التوحید باب قول اللہ و لقد یسرنا القرآن للذکر) ۲/۱۱۲۶، طبع کلاں۔

(ب) امام مسلم، الجامع الصحیح، (کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ)، ۲/۳۳۳، طبع نور محمد کراچی۔

(۳) علامہ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت ۱/۸، کشمیر انٹرنیشنل پبلشر غزنی سٹریٹ اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۳ء۔

(۴) ایضاً

(۵) امام بخاری، الجامع الصحیح (کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیر یفقہ فی الدین)، ۱/۱۲، طبع کلاں کراچی۔

(۶) فتاویٰ رضویہ ۲۹/ ۳۳۹ تا ۳۳۵، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(۷) ابو عبداللہ الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح (کتب العلم۔ آخر فصل ثانی)، صفحہ ۳۶ طبع کلاں کراچی۔

(۸) علامہ ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت ۱/ ۱۰۳۔۱۰۴۔

(۹) مرجع سابق/ ۱۰۹۔۱۱۰۔

(۱۰) امام احمد رضا اور علم تفسیر ۱۰۱، بحوالہ مولانا حنیف خان رضوی مقالہ "اعلیٰ حضرت اور علوم قرآن" مطبوعہ خیابان رضا، صفحہ ۱۱۰، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

(۱۱) امام مالک، موطا (کتاب الجامع باب ماجاء فی الصدق و الکذب)

(۱۲) صاحب تفسیر مظہری نے لفظ "اللہ" کا معنیٰ ہی یہ کیا کہ "علم لذات واجب الوجود المستجمع للکمالات المنزہ عن الرذائل" (تفسیر مظہری تحت تفسیر بسم اللہ)

(۱۳) فتاویٰ رضویہ ۱۵/ ۳۲۲، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۱۹۹۱ء/ ۱۴۲۰ھ۔

(۱۴) فتاویٰ رضویہ ۱۵/ ۳۳۰، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(۱۵) فتاویٰ رضویہ ۲۲/ ۳۲۹۔۳۳۰، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(۱۶) فتاویٰ رضویہ، ۲۲/ ۳۳۱۔۳۳۲، رضا فاؤنڈیشن، لاہور۔

(۱۷) ایضاً، ۲۲/ ۵۳۳۔

(۱۸) دیکھیے: فتاویٰ رضویہ جدید (رسالہ خالص الاعتقاد)، ۲۹/ ۳۳۴۔۳۳۵۔

(۱۹) پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد، افتتاحیہ الدولۃ المکیہ (اردو ترجمہ) صفحہ ۲۵۔۲۶، بزم میلاد النبی پرانی انارکلی، لاہور، ۱۹۸۸ء۔

(۲۰) فتاویٰ رضویہ جدید (رسالہ خالص الاعتقاد)، ۲۹/ ۳۵۔۳۵۱۔

(۲۱) سورۃ طٰہٰ ۲۰:۵۔

(۲۲) سورۃ آل عمران۔ ۳/ ۷۔

(۲۳) فتاویٰ رضویہ (جدید، ۲۹۱/ ۲۲۔)

(۲۵) دیکھیے فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۵۲۷۔

(۲۶) فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۵۲۷۔

(۲۷) احمد رضا خان، انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ، صفحہ ۶۶، لاہور بحوالہ پروفیسر مسعود احمد، فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ صفحہ ۶۰، مرکزی مجلس رضا، لاہور، ۱۹۷۳ء۔

(۲۸) فتاویٰ رضویہ (جدید)، ۱۰/ ۷۶۹۔

(۲۹) امام مسلم: الجامع الصحیح (کتاب السلام باب لا عدوی ولا طیرۃ الخ) ۲/ ۲۳۱، طبع نور محمد کراچی۔

(۳۰) خیابان رضا (مقالہ: امام احمد رضا کا قدرت الٰہی اور احادیث نبوی پر ایمان و یقین)، صفحہ، ۱۲۳، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

(۳۱) احمد رضا بریلوی، امام: الکلمۃ الملہمۃ (طبع ملتان)، صفحہ ۸، بحوالہ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، مقالات رضویہ صفحہ ۱۰۳۔

(۳۲) ایضاً الکلمۃ الملہمۃ، صفحہ ۲۲، بحوالہ علامہ شرف قادری: مقالات رضویہ ص ۱۰۳۔

(۳۳) مولانا مصطفیٰ رضا خان۔ ملفوظات مولانا احمد رضا خان ۱/ ۱۰۶۔۱۰۷ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

(۳۴) مولانا مصطفیٰ رضا خان۔ ملفوظات مجدد مأۃ حاضرہ ۱/ ۱۱۳۵۔

(۳۵) فتاویٰ رضویہ، جدید ۱۴/ ۲۷۵۔

(۳۶) مولانا احمد رضا خان (احکام شریعت، حصہ دوم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸، شبیر برادرز، لاہور)

(ب) نیز دیکھیے فتاویٰ رضویہ، جدید ۱۴/ ۶۳۸۔۶۳۹۔

(۳۷) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ: عرفان شریعت صفحہ ۱۸، مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور، نیز دیکھیے فتاویٰ رضویہ (جدید)، ۱۵/ ۲۹۸۔۳۰۱، طبع ۱۹۹۹ء۔

(۳۸) فتاویٰ رضویہ (جدید) ۱۴/ ۲۷۷۔۲۷۸، طبع ۱۹۹۸ء۔

تقدیسِ اُلوہیّت اور امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز چودھویں صدی ہجری کے وہ یکتائے روزگار عالمِ دین ہیں کہ تبحرِ علمی، وسعت، قوتِ استدلال اور کثرتِ تصانیف میں ان کے معاصرین سے لے کر آج تک دنیا بھر میں کوئی ان کا مدمقابل دکھائی نہیں دیتا، پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں ان کی تصانیف ہمارے دعوے پر شاہد عادل ہیں، جس موضوع پر قلم اُٹھایا اس پر دلائل کے انبار لگا دیے۔ ان کی کسی بھی تصنیف کا مطالعہ کر لیجیے، یوں محسوس ہوگا کہ عرصے کی تحقیق اور مطالعے کے بعد یہ تصنیف تیار ہوئی ہوگی، حالانکہ وہ جس موضوع پر لکھتے تھے قلم برداشتہ لکھتے چلے جاتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ لکھا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کے پیش نظر لکھا، نام ونمود سے قطعاً غرض نہ رکھی، یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف مکمل طور پر آج تک شائع نہیں ہو سکیں، ورنہ وہ چاہتے تو اپنے صاحبِ ثروت عقیدت مندوں سے امداد لے کر اپنی زندگی میں ہی اپنی تمام تصانیف شائع کروا دیتے۔ ایک دفعہ کسی امیر کبیر عقیدت مند نے آپ کی دعوت کی، جسے آپ نے قبول کر لیا، ایک صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اب تو فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا انتظام ہو جائے گا، یہ بات آپ کے گوش گزار کی گئی تو آپ نے دعوت ہی منسوخ کر دی، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اخلاص ضائع نہیں جاتا۔ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور محققین ان کی نگارشات اور ان کے کارناموں کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں ان پر تحقیقی کام کیا جا رہا ہے۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ آج جب کہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی پر بہت کام ہو چکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ابھی ان کی تحقیقات کے بہت سے پہلوؤں پر کام کا آغاز بھی نہیں ہوا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قدیم اور جدید علوم کے ماہرین کا ایک بورڈ تشکیل دیا جائے جو آپ کی تمام تصانیف کا جائزہ لے اور ان پر تحقیق کرے، اور اس تحقیق کو اُردو، عربی اور انگریزی میں شائع کیا جائے، تب صحیح طور پر علمی دنیا کو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام سے روشناس کرایا جا سکے گا۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر فقہ حنفی کے مطابق فتویٰ دیا۔ ان کی نادر تحقیقات فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے فتاویٰ رضویہ کے شایانِ شان طباعت کی جا رہی ہے، جس میں عربی عبارات کے ترجمہ، حوالہ جات کی نشاندہی، پیرا بندی، نئی کتابت، عمدہ کاغذ، طباعت اور جلد بندی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔

الحمد اللہ نئی طباعت کے بعد فتاویٰ کا یہ مجموعہ ۳۲ جلدوں پر پیش کیا جا چکا ہے نیز فتاویٰ رضویہ کا یہ مجموعہ سی ڈی کی صورت میں اور انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے۔ قادری رحمۃ اللہ علیہ اس کے علاوہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شمعیں فروزاں کیں اور ناموسِ رسالت کی حفاظت کے لیے مردانہ وار علمی اور قلمی جہاد کیا۔ یہ وہ کارنامے ہیں جنہیں ان کے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں، اور ان موضوعات پر کافی تحقیق بھی کی جا چکی ہے۔ آج کی اس بابرکت نشست میں مختصر طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس وتمجید کے بارے میں بھی بہت کام کیا ہے، اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ حضراتِ گرامی! کلمۂ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کائنات کی وہ عظیم اور بے بیش بہا نعمت ہے جس کو تصدیق وایقان اور تسلیم ورضا سے قبول کر کے پڑھتے ہی کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا مستحق، ابدی نعمتوں کا حق دار قرار پاتا ہے، لیکن مسلمان کی زندگی کا یہ پہلا مرحلہ ہے۔

دوسرا مرحلہ جو تمام زندگی پر حاوی ہونا چاہیے یہ ہے کہ ایک مسلمان کی سب سے زیادہ محبت وعقیدت اور وابستگی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، مشاہدہ ہے کہ انسان کو جس کسی سے والہانہ محبت ہو اس کے حق میں معمولی سی توہین وتنقیص برداشت نہیں کر سکتا، تو جس ذاتِ اقدس پر ایمان لایا ہے اور جس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کی ہے اس کے بارے میں ذرہ سی گستاخی، معمولی سی توہین کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اگر برداشت کر سکتا ہے تو وہ دعوائے محبت وایمان میں جھوٹا ہے۔ محبت کا تو بنیادی تقاضا ہی یہ ہے کہ آدمی اپنی جان کی بازی لگا دے مگر محبوبِ حقیقی کی آن پر حرف نہ آنے دے۔ بندۂ مومن کی زندگی کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور فرامین پر دل وجان سے عمل پیرا ہو اور اسے اپنی سعادت جانے، حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ رباعی پڑھا کرتی تھیں:

تعصى الاله وانت تظهر حبه
هٰذا العمرى فى الفعال بديع
لوكان حبك صادقًا لأ طعته
انّ المحب لمن يحب مطيع

☆ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باوجود تو اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔
☆ زندگی دینے والے کی قسم! یہ طرزِ عمل تو نہایت عجیب ہے۔
☆ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو ربِ کریم کی اطاعت کرتا۔
☆ سچا محب تو محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

آیئے اس مسلمہ حقیقت کی روشنی میں اعلیٰ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ کا جائزہ لیں۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی ولادت باسعادت کی تاریخ اس آیتِ کریمہ سے استخراج فرمائی:

أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ.

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے روح القدس کے ذریعے سے ان کی مدد فرمائی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''بحمداللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں اور بچوں کے بچوں کو بھی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا:

أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

بحمداللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الٰہ الا اللہ، دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) اور بحمداللہ ہر بدمذہب پر فتح پائی'' ۱

یہ نعمت عظمٰی اور یہ سعادت کبریٰ اللہ تعالیٰ کے حبیب، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے میسر ہوئی۔

اے رضا یہ ہے فیض احمد پاک کا
ورنہ ہم کیا جانتے خدا کون ہے؟

ظاہر ہے کہ جس کے دل پر ایمان نقش ہو چکا ہو وہ عظمت الٰہی جل مجدہ اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کے لیے شمشیر بے نیام ہوگا اور معمولی سی گستاخی برداشت کرنے کا روادار نہیں ہوگا۔ یہی امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابِ زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔ عملی طور پر دیکھیے تو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی اکرم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کی آئینہ دار ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تمجید کے بارے میں کیا علمی اور قلمی کام کیا ہے؟ اس کی ہلکی سی جھلک آپ اس مقالے میں ملاحظہ فرمائیں گے، ورنہ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو مبسوط مقالہ تیار ہو سکتا ہے۔

قدیم فلسفہ، یونانی زبان سے عربی میں منتقل ہوا تو علماءِ اسلام نے اس کے غیر اسلامی افکار و نظریات کا رد کیا، امام حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہافتہ الفلاسفہ'' میں ایسے بیس مسائل منتخب کر کے ان پر تنقید کی، بعد میں امام فخر الدین رازی اور دیگر علماءِ اسلام نے فلاسفہ کی خرافات کو ہدفِ تنقید بنایا۔ دینی مدارس کے نصاب میں فلسفے کی کتابیں داخل کرنے کا مقصد ایک تو ان کی اصطلاحات سے واقفیت تھی، دوسرا مقصد یہ تھا کہ ان کے مخالفِ اسلام نظریات کا کھل کر رد کیا جائے۔ تاہم داخل نصاب کتب کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان سے دوسرا مقصد کما حقہ حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد رضا بریلوی نے ۱۳۳۸ھ میں الکلمۃ الملھمۃ لکھ کر اس ضرورت کو پورا کر دیا، اس میں انہوں نے فلاسفہ کے اکتیس مسائل منتخب کیے جنہیں خود ان کے مسلمہ دلائل سے رد کیا۔

مقالہ اوّل میں فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فاعل مختار ہے اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دست نگر، نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی یفعل اللہ مایشاء...فعّال لمایرید...لہ الخیرۃ...... یوہیں عقلِ انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کر لیتا ہے، دو جام یکساں ایک صورت، ایک نظافت کے، دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے، ان میں سے جسے چاہے اُٹھا لے...... پھر اس فعال لمایرید کے ارادہ کا کہنا؟'' ۲

اس گفتگو کا ہدف فلاسفہ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور فاعل کی نسبت سب چیزوں کی طرف برابر ہے، لہٰذا دو برابر چیزوں میں سے کسی ایک کو اپنی طرف سے ترجیح نہیں دے سکتا، ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو محال ہے۔ اس باطل نظریے پر امام احمد رضا بریلوی نے معقول اور مدلل انداز میں بھرپور تنقید کی ہے، جو اہلِ علم کے پڑھنے کے لائق ہے۔

دوسرے مقام میں فلاسفہ کے اس نظریے پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقلِ اوّل کو پیدا کیا، باقی تمام جہاں عقول کا پیدا کردہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی عقیدہ یوں بیان کیا ہے: ''عالم میں کوئی نہ فاعل موجب نہ فاعل مختار...... فاعل مطلق و فاعل مختار ایک اللہ واحد قہار...... یہ مسئلہ بھی نگاہِ ایمان میں بدیہیات سے ہے اور عقلِ سلیم خود حاکم کہ ممکن، آپ اپنے وجود میں محتاج ہے دوسرے پر کیا افاضہ وجود کرے، دو حرف اس پر لکھ دیں کہ راہِ ایمان سے یہ کانٹا بھی باذنہٖ عزوجل صاف ہو جائے۔'' ۳

اس کے بعد اس عقیدۂ باطلہ کو بارہ وجوہ سے رد کیا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ دانشِ ایمانی و نورانی عطا فرمائی تھی جس کے سامنے کوئی باطل نظریہ نہیں

ٹھہر سکتا تھا۔ ہندوستان کے معروف محقق اور قلم کار جناب شبیر احمد خاں غوری نے بجا طور پر اس کتاب کو عہدِ حاضر کا ''تهافتہ الفلاسفه'' قرار دیا ہے۔امام احمد رضا بریلوی ﷫ نے فلسفۂ قدیمہ کے رد میں الكلمة الملهمة اور فلسفۂ جدیدہ (سائنس) کے رد میں ''فوز مبین'' لکھی، ان دونوں کتابوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ''مسلمان طلبہ پر دونوں کتابوں کا بغور بالا ستیعاب مطالعہ اہم ضروریات سے ہے کہ دونوں فلسفہ مزخرفہ کی شناعتوں ، جہالتوں، سفاہتوں، ضلالتوں پر مطلع رہیں اور بعونہ تعالیٰ عقائدِ حقۂ اسلامیہ سے ان کے قدم متزلزل نہ ہوں۔'' ۴؎

چند خوانی حکمت یونانیاں
حکمت ایمانیاں راہم بخواں

مسئلہ امکانِ کذب:

اللہ تعالیٰ جل مجدہ واجب الوجود ہے، اس کی صفات اس کی ذاتِ کریم کے لیے اس طرح ثابت ہیں کہ جدا نہیں ہوسکتی، لازمی بات ہے کہ اس کے کلام کے جھوٹا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔سلف سے لے کر خلف تک اہلِ اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے، لیکن ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے دور میں جہاں دیگر اعتقادی فتنوں نے سر اٹھایا، وہاں یہ فتنہ بھی اٹھا کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ بولتا نہیں۔ظاہر ہے کہ یہ عقیدۂ تقدیس الوہیت کے سراسر منافی تھا۔امام احمد رضا بریلوی اسے کس طرح برداشت کر لیتے؟ چنانچہ اس عقیدۂ باطلہ کے خلاف انہوں نے زبردست علمی اور قلمی جہاد کیا۔

امام احمد رضا بریلوی ﷫ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت ، رفعتِ شان اور قدوسیت کے بیان کے لیے چھ رسائل تحریر کیے:

۱۔ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح: جھوٹ جیسے قبیح عیب سے سبوح و قدوس کی ذات پاک ہے۔

۲۔ مزق تلبیس ادعائے تقدیس: دعوائے تقدیس کے فریب کا پردہ چاک۔

۳۔ الهيبة الجباريه علیٰ جهالة الا خبارية: اخباری جہالت پر رب جبار کی ہیبت......اخبار نظام الملک کے ضمیمہ کا رد۔

۴۔ پیکان جاں گداز بر مکذبان بے نیاز: بے نیاز ہستی کی تکذیب کرنے والوں پر ہلاکت آفرین تیر۔

۵۔ دامان باغ سبحٰن السبوح: سبحٰن السبوح کے باغ کا دامن (ضمیمہ)

۶۔ القمع المبين لآمال المكذبين: تکذیب کرنے والوں کی امیدوں کی واضح پامالی۔ ۱۳۰۷ھ میں میرٹھ سے ابومحمد صادق علی مداح نے امام احمد رضا بریلوی ﷫ کی خدمت میں استفتا کیا کہ آج کل گنگوہ اور دیو بند کے علما مسئلۂ امکانِ کذب باری تعالیٰ کا تحریری اور تقریری طور پر اعلان کر رہے ہیں۔''براهين قاطعه'' مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے چھپی ہے، جس کی تصدیق وتائید مولوی رشید احمد گنگوہی ﷫ نے اوّل سے آخر تک بغور پڑھ کر کی ہے، اس میں لکھا ہے: ''امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا ، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلفِ وعید جائز ہے یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ یہ عقیدہ کیسا ہے؟ اور اس کے قائل کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟''

امام احمد رضا بریلوی ﷫ نے اس استفتا کا جواب بڑے سائز کے ایک سو چھ صفحات کے رسالے کی صورت میں دیا، اور اس کا تاریخی نام رکھا۔

سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ) ذات سبوح جھوٹ جیسے قبیح عیب سے پاک ہے۔یہ رسالۂ مبارکہ ایک مقدمہ، چار تنزیہوں اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔

مقدمہ: اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اسلامی عقیدہ۔

تنزیہ اوّل: جلیل القدر علماءِ اسلام کی تیس عبارات نقل کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کے محال ہونے پر تمام اہلِ سنّت، اشاعرہ اور ماترید یہ ہی نہیں بلکہ معتزلہ کا بھی اجماع ہے۔

تنزیہ دوم: کذبِ باری تعالیٰ کے محال ہونے پر تیس دلیلیں، جن سے پانچ ائمۂ کرام اور علمائے عظام نے بیان کیں اور پچیس دلیلیں امام احمد رضا بریلوی نے پیش کیں:

تنزیہ سوم: مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رسالہ ''یک روزی'' پر چالیس تازیانے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کے ممکن ہونے کا شوشہ اسی نے چھوڑا تھا۔

تنزیہ چہارم: براہین قاطعہ میں کہا گیا کہ امکانِ کذب، خلف وعید کی فرع ہے، اس کے رد پر دس قاہر دلیلیں، ضمناً بیان کیے گئے دلائل بھی شمار کیے جائیں تو اکیس دلائل قاہرہ۔

خاتمہ: امکانِ کذب کے قائلین کا حکم اور وہ یہ کہ ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو دوبارہ پڑھیں، علمائے دین کی ایک جماعت کے مطابق ان پر متعدد وجوہ سے کفر لازم، مگر ہم محتاط علما کی روش پر چلتے ہوئے انہیں کافر نہیں کہتے۔ ۵؎ اس موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کی جملہ تصنیفات کا مطالعہ

کر لیجئے، ہر جگہ یقین راسخ کا جلوہ دکھائی دے گا، اور ایمانی انوار پھوٹتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ایک عام فہم دلیل آپ بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں: ''کتب حدیث وسیر کا مطالعہ کیجئے...... بہت خوش نصیب، ذی عقل لبیب، صرف جمال جہاں آرائے حضور، پرنور، سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم ﷺ دیکھ کر ایمان لائے۔۔ کہ لیس ھذا وجہ الکذابین یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں......اے شخص یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا، جس پر خوبی بہار دو عالم نثار ﷺ......اور پاکی وقدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لیے......واللہ! اگر آج حجاب اٹھا دیں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکانِ کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی؟......مخالف اسے دلیل خطابی کہے، کہے، مگر میں اسے حجت ایقانی کا لقب دیتا اور مسلمان کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لیے ودیعت رکھتا ہوں

یوم ینفع الصّٰدقین صدقھم....یوم لا ینفع مال ولا بنون....الّا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ ۶

''جس دن سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔۔ جس دن مال کام آئے گا، نہ بیٹے، سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلب سلیم لے کر حاضر ہوا۔''

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ دلائل دینے پر آتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دلائل و براہین کا سیلِ رواں جاری ہے، تنقید کرتے ہیں تو مدِّ مقابل بے بس، لاچار اور دم بخود کھڑا نظر آتا ہے، تازیانے برساتے ہیں تو جلال کی بجلیاں چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں، کہیں ناصحانہ اور مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہیں تو حریر و پرنیاں کا سماں باندھ دیتے ہیں، غرض یہ کہ وہ ہر انداز اور ہر حربہ اختیار کرتے ہیں تاکہ مخالفین میرے ربِّ قدوس پر امکانِ کذب کا دھبہ لگانے سے باز آجائیں۔

نصیحت کا انداز ملاحظہ ہو جس میں ادبی چاشنی بھی ہے اور اخلاص کی حلاوت بھی، فرماتے ہیں: ''ہاں اے وہ سوراخو! جو سر کے دونوں طرف گوہر ساعت کے کاب بنے ہو......جن پر ہوا کی موجیں نیسان سخن سے بارور ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی......اور ان قدرتی سیپیوں میں ان ننھی ننھی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں......کیا تم میں کوئی القی السمع و ھو شھید (جو کان لگائے اور حاضر دل والا ہو) کے قابل نہیں؟

ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو! جو سینے کے بائیں پہلوؤں میں ملکِ بدن کے تخت نشین ہو......جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی، کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے

پرچے سناتے......اور خرد کے وزیر، فہم کے مشیر اپنی روشنی تدبیر سے نظم ونسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں......کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتّبعون احسنہ (جو بات کو سنتے ہیں اور بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں کا قائل نہیں؟ جان برادر! یقین جان، تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے......آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے؟'' ۷

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر:

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں لکھ دیا کہ: اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم ''کن'' سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی وجن وفرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ اس پر بطلِ حریت علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تمام صفاتِ کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی؟ ذکر یہ تھا کہ حضور پرنور سید المرسلین، خاتم النبیین، اکرم الاولین والاخرین ﷺ کا مثل و ہمسر، حضور کی جملہ صفاتِ کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے، اور ختم نبوت نا قابل شرکت تو امکان مثل، مستلزم کذبِ الٰہی اور کذبِ الٰہی محالِ عقلی۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجو ھر الحسن فیہ غیر منقسم

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال نہیں، ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہو جائے۔ ۸

شہید جزیرۂ انڈیمان، علامہ فضل حق خیر آبادی نے ''تقویۃ الایمان'' کی مسئلہ شفاعت اور امکانِ نظیر سے متعلق عبارت کے رد میں پہلے تین چار صفحات لکھے، مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے ''یکروزہ'' میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی تو ''تحقیق الفتویٰ'' لکھی، اس کے جواب میں مولوی حیدر علی ٹونکی نے کچھ لکھا تو علامہ نے عظیم الشان کتاب ''امتناع النظیر'' لکھی، اس کتاب کی عظمت وجلالت اور دلائل کی قوت وفراوانی کا یہ عالم ہے کہ آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم کو اس کا جواب دینے کی جرأت نہ ہو سکی۔

کچھ ایسا ہی حال امام احمد رضا بریلوی کی تصنیفِ جلیل ''سبحٰن السبوح'' اور دیگر رسائلِ مبارکہ کا ہے کہ آج تک کسی کو ان کا جواب دینے کی ہمت نہیں ہو سکی۔ کہنے دیجیے کہ ان دونوں نابغہ روزگار ہستیوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا انسانی طاقت وہمت کے مطابق حق ادا کر دیا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی فرما دیا تھا اور صحیح فرمایا تھا: ''اس مسئلہ میں فقیر کا ایک کافی و وافی رسالہ مسمّٰی بہ ''سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح'' مدت ہوئی چھپ کر شائع ہو چکا اور گنگوہیوں، دیوبندیوں وغیرہم وہابیوں کسی سے اس کا جواب نہ ہوسکا، نہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک ہو سکے۔ حقت علیھم کلمۃ العذاب بما کذبوا ربھم و بما کانوا یفسقون۔''۹؎

لدھیانہ کے مولوی محمد بن عبدالقادر نے ایک رسالہ ''تقدیس الرحمن عن الکذب و النقصان'' لکھا اور اس میں امکانِ کذب کا دلائل سے سخت رد کیا، حالانکہ وہ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری خلیفۂ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ''انوارِ ساطعہ'' میں لکھا: کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکانِ کذب کا دھبا لگاتا ہے۔'' اس کا جواب دیتے ہوئے'' براہین قاطعہ'' میں کہا گیا کہ ہم نے یہ کوئی نیا مسئلہ تو نہیں نکالا خلف وعید میں تو قدیم اختلاف چلا آرہا ہے، اس سے پہلے گزر چکا کہ اول تو محققین خلف وعید کے قائل ہی نہیں اور جو قائل ہیں وہ شد و مد سے امکان کذب کا انکار کرتے ہیں، پھر یہ جواب کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟......خلفِ وعید کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی ہے انہیں معاف فرما دے گا، اب اگر خلف وعید کا معنیٰ جھوٹ ہے تو معاذ اللہ! ثم معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفعل جھوٹا ہو جائے گا، اور یہ یقینی بات ہے کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی، ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ واقع ہے، نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الخبیثۃ، اس کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس شخص کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے بڑھ کر کیا اندھیر ہوگا اور کیا گمراہی ہوگی؟

مولانا نذیر احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''رسالہ صیانۃ الناس'' مطبوع مطبع حدیقۃ العلوم، میرٹھ ۱۳۰۷ھ کے آخری ورق میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ لکھا ہوا ان کی مہر کی کوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے: ''بعض علماء وقوعِ خلفِ وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب بولتے ہیں خلافِ واقع کو، سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا جنس کو مستلزم ہے، اگر انسان ہوگا تو حیوان بالضرور ہوگا، لہٰذا وقوعِ کذب کے معنیٰ درست ہو گئے، اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو، پس بناء علیہ اس ثالث

کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔''۱۰؎

اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی دیکھیے کہ ایسے لوگوں پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑا! یاد ہے کہ'' براہین قاطعہ'' دراصل مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے جو مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی۔ حکیم عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''والبراھین القاطعۃ فی الرد علی الانوار الساطعۃ للمولوی عبد السمیع الرامفوری، طبع باسم الشیخ خلیل احمد السھارنفوری۔''۱۱؎

مولوی عبدالسمیع رامپوری کی تصنیف انوارِ ساطعہ کا ردّ براہین قاطعہ، یہ کتاب مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے، لیکن مولوی خلیل احمد سہارنپوری کے نام سے چھپی۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی جامعہ عباسیہ (اب جامعہ اسلامیہ) بہاولپور میں مدرس تھے، جونہی براہینِ قاطعہ چھپی اس کی قابل اعتراض عبارات کی بنا پر علماءِ اہلِ سنت نے شدید ردِّعمل کا اظہار کیا، قصور کے نامور فاضل جلیل مولانا غلام دستگیر قصوری نے انبیٹھوی صاحب کو مناظرے کا چیلنج دیا، ماہِ شوال ۱۳۰۶ھ میں بہاولپور جا کر مناظرہ کیا اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکستِ فاش دی؛ مناظرے کے حکم نواب محمد صادق عباسی والی بہاولپور کے پیرومرشد حضرت خواجہ غلام فرید، چاچڑاں شریف تھے، انہوں نے فیصلہ دیا کہ دیوبندی علما کے عقائد ان وہابی علما سے ملتے ہیں جو برصغیر میں خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں، اس فیصلے کے بعد نواب صاحب نے مولوی خلیل احمد کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اس مناظرے کی روئداد'' تقدیس الوکیل'' کے نام سے چھپ چکی ہے، جس پر علمائے حرمین شریفین کے علاوہ شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصدیقات ثبت ہیں۔۱۲؎

استاذ زمن مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے امکان کذب کے رد میں رسالہ مبارکہ ''تنزیہ الرحمن عن شائبۃ الکذب و النقصان'' لکھا، اس کے جواب میں مولوی محمود حسن دیوبندی نے'' جھد المقل '' دو جلدوں میں لکھی، جس میں انہوں نے نہ صرف جھوٹ کو اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن قرار دیا، بلکہ تمام عیوب اور قبائح کو ممکن قرار دے دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ، مقدور باری، جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہیں، کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے، نفس مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔''۱۳؎

ایسے ہی ایک قول پر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تیز تنقید ملاحظہ ہو: ''کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردشِ چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا، عاجز، جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، گونگا، سب کچھ ہونا

ممکن ٹھہرا، کھانا پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مر جانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز ہو گیا۔ غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں دفعتہ سب باطل و بے دلیل ہو کر رہ گئے۔" ۱۴

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے عربی میں "الصصام القاضب لراس المفتری علی اللہ الکذب" اور مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے "عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب" لکھ کر عقیدۂ امکانِ کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے چھ قیمتی رسائل لکھ کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عظمت و جلالت کے پرچم لہرا دیے، اور اس کی تنزیہ و تقدیس کے ایمان افروز بیانات سے مسلمانوں کے دلوں کو ہی نہیں دماغوں کو بھی روشن کر دیا۔ ان کے باطل شکن دلائل کا مطالعہ کرتے وقت روح پر اہتزازی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، بلاشبہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ اور دیگر عیوب و نقائص کو ممکن مان کر بلند بانگ دعوے کرنے والوں کے منہ میں لگام دیدی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ظفر الدین بہاری، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (طبع کراچی) ص ۱۔
۲۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، الکمۃ الملہمۃ (طبع ملتان)، ص ۸۔
۳۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، الکمۃ الملہمۃ، ص ۶۲۔
۴۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، الکمۃ الملہمۃ، ص ۶۔
۵۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سبحٰن السبوح (نوری کتب خانہ، لاہور) ص ۴۔ ۱۰۳۔
۶۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سبحٰن السبوح، ص ۲۷۔
۷۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سبحٰن السبوح، ص ۳۴۔
۸۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سبحٰن السبوح، ص ۸۹۔
۹۔ محمد بن عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، مولوی، تقدیس الرحمٰن (مطبع صحافی، لاہور) ص ۸۔ ۳۔
۱۰۔ نذیر احمد خان، مولانا رحمۃ اللہ علیہ، امطار الحق (طبع بمبئی)، ص ۳۱
۱۱۔ عبدالحی لکھنوی، مؤرخ۔ نزہۃ الخواطر (طبع کراچی)، جلد ۸، ص ۱۵۱
۱۲۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت (مکتبہ قادریہ لاہور) ص ۳۰۸۔
۱۳۔ محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، جہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ)، ج ۱، ص ۴۱۔
۱۴۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سبحٰن السبوح، ص ۴۲۔